﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾﴾[1]

”ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔“

سیدنا ابن عباس، مجاہد، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے نزدیک اس آیت کریمہ میں بیوت سے مراد مساجد ہیں۔ اہل علم کا موقف یہ ہے کہ مساجد دراصل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اقامتِ صلوٰۃ کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ مساجد کی تعظیم کی جانی چاہئے اور ان کو نجس وگندگی جیسی چیزوں سے پاک رکھنا چاہئے جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بھی بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ”مساجد کو لہو ولعب، بے کار اور ایسے اُمور سے پاک رکھنا چاہئے جو اُن کے لائق نہیں ہیں۔“ علامہ جلال الدین سیوطی کے مطابق ”یہ آیتِ کریمہ مساجد کی عظمت اور اُنہیں ہلکی نوعیت کے کاموں سے دور رکھنے کو بیان کرتی ہے۔“ غرض ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ مساجد کے مخصوص احکام وآداب ہیں جن کا اہتمام کیا جانا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں مساجد کی ہیبت واحترام اور وقار برقرار رہے۔ جیسا کہ سیدنا بریدہؓ سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر ایک صحابی مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا وجدت إنما بنيت المساجد لما بنيت له»[2]

”اللہ کرے تو اپنی گمشدہ چیز نہ پائے۔ مساجد ان مقاصد کے لئے ہی ہیں جن کے لئے اُنہیں تعمیر کیا گیا ہے۔“

امام نووی فرماتے ہیں:

”اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مساجد میں گم شدہ چیزیں ڈھونڈنا ممنوع ہیں۔ ایسے ہی مساجد میں خرید وفروخت کرنا بھی ناجائز ہے، مساجد میں آوازیں بلند کرنا بھی

۱ سورۃ النور:۳۶
۲ صحیح مسلم:۵۶۹

درست نہیں، پھر نبی کریم ﷺ کا ایسے شخص کے لئے یہ کہنا کہ تمہیں وہ اعلان کرنا چیز نہ ملے، اس سے تہدید وتوبیخ کا بھی پتہ چلتا ہے۔"[1]

ایک بار سیدنا عمر بن خطاب نے ایک شخص کو مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا سنا تو اس سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "یہ بلند آواز مسجد میں کیسی؟ تمہیں معلوم نہیں کہ تم کہاں کھڑے ہو۔"[2]

ایسے ہی سیدنا ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک بار مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے تو آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بلند آواز سے تلاوتِ قرآن کر رہے ہیں تو آپ نے پردہ ہٹا کر اُنہیں فرمایا:

«ألا إن كلكم مناج ربه فلا يؤذين بعضكم بعضًا ولا يرفع بعضكم علىٰ بعض في القراءة أو قال في الصلاة»[3]

تم میں سے ہر شخص ربِّ کریم سے مناجات کرتا ہے۔ کوئی شخص دوسرے کے لئے باعث اذیت بنے اور نہ ہی تلاوتِ قرآن یا نماز میں اپنی آواز بلند کرے۔

حتیٰ کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مساجد میں بلند آواز اختیار کرنے والوں کو تعزیر یعنی سزا دینے کا بھی ارادہ فرمایا۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کے احکام دیگر عمارتوں سے مختلف ہیں۔ اور ایک دین دار مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ شعائر اللہ کا احترام کرے اور بلاشبہ مساجد شعائر اللہ ہی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝﴾[4]

"جو شعائر اللہ کا احترام کرے تو ایسا دلوں میں اللہ سے تقویٰ کی بنا پر ہے۔"

مذکورہ بالا اُمور کو پیش نظر رکھتے ہوئے واضح رہنا چاہئے کہ مساجد میں نکاح کرنا اچھا عمل

۱ شرح النووی علی مسلم: ۲/۲۱۵
۲ تفسیر قرطبی: ۱۲/۲۶۹
۳ سنن ابی داؤد: ۱۳۳۲
۴ سورۃ الحج: ۳۲

ہے جیسا کہ فقہائے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور بعض حنابلہ کے ہاں مساجد میں نکاح کا انعقاد بہتر عمل ہے۔ تاہم نکاح سے مراد یہاں عقدِ نکاح ہی ہے اور عقد ایجاب وقبول کا نام ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم ودیگر اہل علم کا بھی موقف یہی ہے۔ اس سلسلے میں ان کا استدلال اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی اس حدیث سے ہے جس میں نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی روایت کیا گیا ہے:

«أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد»[1]

نکاح کا اعلان کیا کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو۔

واضح رہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ مستند طور پر نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ نہیں، حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر ۴/ ۲۰۱ میں اس جملہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اکثر محدثین کرام کا یہی موقف ہے کہ حتیٰ کہ علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب میں اس جملہ کو 'منکر' قرار دیا ہے۔[2] اس حدیث کے بعض راویوں کو حافظ ذہبی نے تلخیص العلل المتناہیہ میں اور حافظ ابن جوزی اور امام ابوحاتم نے بھی ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

سعودی عرب کے مشہور مفتی وعالم شیخ محمد صالح عثیمین فرماتے ہیں:

"ائمہ فقہا اور سلف کا مساجد میں نکاح کو مستحب قرار دینے کی وجہ دراصل اس مبارک جگہ کی برکت سے فائدہ اُٹھانے کا نظریہ ہے۔ اگر اس بارے میں کوئی صحیح حدیث بھی مل جائے تو بہت بہتر ہے تاہم میں اس بارے میں کسی صحیح حدیث کو نہیں جانتا۔"[3]

تاہم جمہور فقہائے کرام کا مساجد میں نکاح کا موقف صرف مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر نہیں بلکہ اس سلسلے میں صحیح بخاری میں ایک اور مشہور حدیث بھی آتی ہے جو سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

۱ جامع ترمذی: ۱۰۸۹

۲ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۹۸۲

۳ الشرح الممتع: ۵/ ۱۳۲

''ایک خاتون نے کہا کہ میں اپنی ذات آپ ﷺ کو ہبہ کرنے کے لئے آئی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ اسی اثنا میں ایک صحابی رسول کھڑے ہوئے اور نبی کریم سے مخاطب ہوئے کہ اگر آپ کو اس میں کوئی حاجت نہیں تو آپ اس خاتون کا نکاح مجھ سے فرما دیجئے۔ تو نبی مکرّم ﷺ نے اس صحابی کی طرف سے اس عورت کا حق مہر قرآنِ کریم کی تعلیم کو قرار دے کر، ان دونوں کا نکاح کرادیا۔''[1]

اس حدیثِ مبارکہ کے بارے میں حافظ ابن حجر صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ خاتون کی آمد کا یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا جیسا کہ امام سفیان ثوری کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔[2]

اِس حدیثِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ مساجد میں نکاح منعقد کیا جاسکتا ہے اور اس کا شریعت اسلامیہ میں جواز موجود ہے۔ تاہم واضح رہنا چاہئے کہ دورِ نبوی میں آپ ﷺ کے صحابہ کے بہت سے نکاح ہوئے، خلفاے راشدین کے اَدوار میں بھی بہت سے نکاح منعقد ہوتے رہے لیکن مساجد میں نکاح کی مستند روایت ان اَدوار میں شاذ ونادر ہی ملتی ہے۔ چنانچہ مساجد میں نکاح کے لئے درج ذیل ضوابط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

① مساجد میں یہ نکاح روز مرّہ معمول نہیں بننے چاہئیں، اور نہ ہی اس کو مسجد میں کوئی خاص باعثِ فضیلت سمجھنا چاہئے۔

② مساجد کے احکام، اور اس کے شرعی آداب بہر طور ملحوظ رکھے جانے چاہئیں۔ چنانچہ مساجد میں آوازیں بلند کرنا، اور مساجد کو کھانے پینے اور حلویات سے آلودہ کر دینا بالکل درست نہیں ہے، مسجد کی صفائی لازماً برقرار رہنی چاہئے۔

③ مساجد میں آنے والے دولہا کو سادگی اور وقار اختیار کرنا چاہئے، کیونکہ مساجد تفریح کے مراکز نہیں اور ان میں وقار قائم رہنا چاہئے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان اوپر گزرا کہ

١ صحیح بخاری: ۵۱۴۹

٢ فتح الباری: ۹/ ۲۰۶

"مساجد اسی کے لئے ہیں، جس لئے انہیں بنایا گیا ہے۔"

④ مساجد میں مردوزن کا اختلاط بالکل منع ہے۔ اسی طرح مساجد میں فیشن زدہ خواتین کا اپنے زرق برق یا شرم وحیا سے عاری ملبوسات میں آنا، مساجد میں یادگاری تصاویر وغیرہ لینا، یہ چیزیں بالکل غیر شرعی ہیں، ان سے کلی اجتناب ہونا چاہئے۔

⑤ مساجد میں موسیقی، طبلے، گانے بجانے، گانوں اور عروسی نظموں سے بھی پرہیز ہونا چاہئے۔

الغرض یاد رہنا چاہئے کہ نکاح کی تقریبات کے ذریعے کسی طرح بھی مسجد کا وقار واحترام متاثر نہ ہونے پائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ کی عبادت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان کا احترام شعائر اللہ ہونے کے ناطے ہر مسلم پر فرض ہے۔ جہاں تک مساجد میں شادی کے تقریبات کا تعلق ہے تو اس کا مقصد، مساجد کے مقام ومرتبہ کو لوگوں کو ذہنوں میں راسخ کرنا اور لوگوں کا مساجد سے تعلق کو پختہ کرنا وغیرہ ہے۔ یہ مقاصد نیک ہیں، اور ان مقاصد کو دیگر اچھے ذرائع سے حاصل کرنے کی بھی جدوجہد کرنا چاہئے۔

شیخ محمد صالح العثیمین سے پوچھا گیا کہ کیا مساجد میں نکاح کرنا عیسائیوں سے مشابہت رکھتا ہے کہ وہ بھی اپنے گرجاؤں میں نکاح کی تقریبات منعقد کرتے ہیں۔

جواب: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ حتی کہ علمائے شریعت نے مساجد میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے اور ان کی یہ دلیل ہے: إن أحبّ البقاع إلى الله مساجدها "روئے ارض پر سب سے مبارک قطعہ ارضی اللہ کی مساجد ہیں۔" سو اللہ کے گھر ہونے کے ناطے مساجد میں نکاح کرنا ایک بابرکت فعل ہونا چاہئے۔ تاہم یہ ایک منطقی توجیہ ہی ہے، ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ میں ایسے نہیں ملتا کہ آپ بطورِ خاص مسجد میں تشریف لے جاتے ہوں اور وہاں نکاح منعقد کرنے کی جستجو کرتے ہوں۔ جب سنتِ مطہرہ میں ایسا منقول نہیں ہے تو اس کو روزمرہ عادت بنالینا بھی مناسب نہیں۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ مساجد میں نکاح کے بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہے، ہم یہ کام اس مقصد سے کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے نئے جوڑے اور دونوں خاندانوں کو اللہ کی رحمت اور برکت حاصل ہوگی۔

جواب: کسی مخصوص مقام پر نکاح کے انعقاد کے بارے میں، میرے علم میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ مساجد یا دیگر مقامات پر نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے تاہم میرے علم میں مساجد میں نکاح کا التزام کرنے کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

شرعی طور پر یہ امر واضح ہے کہ کتاب وسنّت میں مساجد میں نکاح منعقد کرنے کی پختہ روایت نہیں ملتی۔ تاہم فی زمانہ برصغیر پاک وہند میں نکاح کے ساتھ شان وشوکت، نمائش واسراف، بینڈ باجے اور بے جا رسومات کی جو متعدد عادات ورواجات منسلک ہو چکے ہیں تو مساجد میں نکاح منعقد کرکے ان غیر شرعی رسومات کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے، کیونکہ مساجد کا ماحول ایسی بہت سے باتوں کا اپنی پاکیزگی کی بنا پر متحمل نہیں ہو سکتا۔ عقدِ نکاح سے قبل جو خطبہ ارشاد فرمایا جاتا ہے، اس کی تاثیر کے لئے بھی مبارک اور باوقار ماحول درکار ہے، تب ہی اس کے اثرات اور اس موقع پر کی جانے والی دعا کی تاثیر پیدا ہو سکتی ہے۔ ان مقاصد کے پیش نظر، جن میں سادگی، رسوم ورواج کا خاتمہ اور ہندوانہ عادات کی بیخ کنی وغیرہ شامل ہیں، مساجد میں نکاح کو اختیار کیا جاسکتا ہے، تاہم یہ بعض نیک مقاصد کی بنا پر ہی ہے۔ اور اگر لوگ یہ طریقہ اختیار کرلیں کہ نکاح تو مسجد میں کریں اور غیر اسلامی عادات اور شان وشوکت کے لئے شادی کی مستقل تقریبات منعقد کریں تو اس سے یہ اصل مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ چونکہ ان کی پر شکوہ مجالسِ شادی بیاہ کے لئے خطبہ نکاح یا کسی عالم دین کا آکر وہاں وعظ و تلقین کرنا اجنبی محسوس ہوتا ہے، اس بنا پر وہ شادی کی تقریب میں اپنے دنیادارانہ شوق پورے کرتے ہیں اور اس کے دینی پہلو کے لئے مسجد میں ایک رسمی مجلس کرکے، جس میں چند ایک رشتہ دار حاضر ہو جاتے ہیں، نکاح کے شرعی پہلو سے عہدہ برا ہو جاتے ہیں۔ جن مقاصد کے لئے مساجد میں نکاح کو فروغ دیا جارہا ہے، اگر وہ مقاصد پورے نہیں ہو رہے بلکہ اس سے اسلام اور اہل اسلام کی بے توقیری سامنے آرہی ہو تو پھر مساجد میں نکاح کے تکلف کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے مساجد میں نکاح منعقد ہو سکتا ہے اور نیک مقاصد کے لئے اس کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ جہاں تک صرف اِس کے مبارک مقام ہونے اور اس سے برکت لینے کا تعلق ہے تو دورِ نبوی ﷺ اور ادوارِ صحابہ وتابعین میں مساجد سے اس تبرک کی کوئی مستند روایت موجود نہیں ہے۔